© rasailojaraid.com

یادرفتگان

مولانا محمد ابراہیم فانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اُستاذ المکرّم حضرت مولانا عبدالغنی صاحب دیرویؒ

مدرس دارالعلوم حقّانیہ

بندہ کے اساتذہ کرام کے سلسلۃ الذہب کی ایک اور کڑی بھی ٹوٹ گئی۔ وا اسفا. یعنی جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا عبدالغنی صاحب دیروی، باغ و بہار، شگفتہ وسنجیدہ اور مرنجان مرنج شخصیت کے مالک... انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.... ابھی حضرت مولانا محمد علی صاحب سواتیؒ اور صدر المدرسین حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب قدس سرہ العزیز کی جدائی کا زخم مندمل نہ ہوا تھا کہ گردشِ زمانہ اور فلک کج رفتار نے اپنی ترکش سے ایک اور خدنگ مارا..... مگر موت ایک مکمل سچائی اور ایک اٹل حقیقت ہے۔ اس سے کسی کو بھی مفر نہیں اَیْنَمَا تَکُوْنُوا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْکُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَہ الآیۃ قُلْ اِنَّ الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم الآیۃ کل نفسٍ ذائقۃ الموت الآیۃ کل من علیہا فان الآیۃ کل شیٔ ھالک الا وجہہ الآیۃ۔

یعنی جہاں تم ہوگے موت تم کو آپکڑے گی۔ اگرچہ تم ہو مضبوط برجوں میں۔ تو کہہ موت وہ ہے جس سے تم بھاگتے ہو سو وہ تم سے ملنی ہے۔ ہر ایک شخص کو موت کا پیالہ چکھنا ہے۔ جو کوئی ہے زمین پر وہ مرنے والا ہے۔ سوائے ذات رب کے ہر ایک شے کے لئے ہلاکت ہے۔ بقول متنبی ؎

وَقَد فَارَقَ النَّاسُ الْاَحِبَّۃَ قَبْلَنَا
وَ اَعْیٰی دَوَاءُ الْمَوتِ کُلَّ طَبِیْبٍ

"ہم سے پہلے تمام لوگوں نے اپنے دوستوں سے مفارقت اختیار کی اور موت کی دوا نے ہر ایک طبیب کو عاجز اور بے بس کر دیا ہے۔"

برصغیر کے نامور ادیب اور شعلہ بار خطیب جناب آغا شورش کاشمیری مرحوم کی وفات پر نعیم صدیقی نے جو اشعار کہے ہیں ان کے تناظر میں دیکھا جائے تو مولانا کے سانحہ وفات کے حسب حال ہے ؎

یادوں کے جنازوں کا نگاہوں سے گذرنا　　　بت بت دلِ حساس کا جیتے ہوئے مرنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پرواز سے کاہکشاں جن کی رہی ہے ان لوگوں کا اب دیکھئے قبروں میں اُترنا
اک نسل کی محفل سے اٹھے جاتے ہیں افراد جیسے کسی تسبیح کے دانوں کا بکھرنا

ماضی قریب میں کیا کیا ہستیاں ہم سے جدا ہوئیں۔ محدثِ عصر مولانا یوسف بنوری داغِ مفارقت دے گئے۔ مفکرِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے اس دنیائے آب وگل سے منہ موڑا۔ بطلِ حریت مولانا غلام غوث ہزاروی نے عالمِ فانی سے عالمِ جاودانی کے لئے رختِ سفر باندھا۔ مولانا غلام اللہ خان صاحب ہم سے رخصت ہوئے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کاروانِ رفتہ کی بزمِ قدسیاں میں شامل ہوئے۔ علامہ شمس الحق افغانی شہرِ خموشاں کے مکیں ہوئے۔ متکلمِ وقت مولانا عبدالحلیم صاحب ہم سے بچھڑ گئے اور اب ہم سے

ترس گئے ہیں نواہائے دل کشا کے لئے پکار وادیٔ خاموش سے خدا کے لئے

اکابر و اسلاف کا قافلہ سوئے منزل رواں دواں ہے۔ خلا پر خلا چھوڑتے جا رہے ہیں۔ کس کس پر رویا جائے کس کس پر ماتم کریں۔ کس پر آنسو بہائیں۔ کس پر اشک افشانی، کس پر مرثیہ خوانی، کس کے ہجر و فراق پر نوحہ۔ کس کی وفات پر نالہ اور کس کے سانحۂ ارتحال پر تعزیت کریں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ع

ادائیں لاکھ اور بے تاب دل ایک

مَیں اس مصرعہ میں ذرا لفظی ردّ و بدل (معذرت کے ساتھ) کرتا ہوں۔ ایسے موقعوں کے لئے اگر یوں کہا جائے۔ جفائیں لاکھ اور بے تاب دل ایک۔ تو میرے خیال میں زیادہ موزوں ہوگا۔ عقل وخرد کو یارائے صبر و شکیب نہیں۔ اور نہ دل و جگر میں ان عظیم ہستیوں کی جدائی کا غم سہنے کا حوصلہ ہے۔ غالباً ایسے ہی حوادث کے لئے بندہ نے یہ تک بندی کی ہے ؎

شبِ غم اور یہ تلقینِ خموشی میں اتنا حوصلہ لاؤں کہاں سے

بہرحال یہ کارخانۂ کائنات ایک کارساز اور حکیم مطلق ذات کے تحت الامر چالو ہے وہ ہی فرماتے ہیں۔

ثم جعلناکم خلائف فی الارض من بعدھم لننظر کیف تعملون ٥

حضرت الاستاذ کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر دل و دماغ پر ان سے وابستہ خوابیدہ یادوں نے انگڑائی لی۔ ذہن کے سکرین پر ان کا سراپا گردش کرنے لگا۔ درمیانہ قد۔ سادہ وضع قطع۔ سر پر سفید عمامہ۔ موٹی آنکھیں، ان پر نظر کے عینک۔ سنجیدہ و باوقار اور اسلاف کی یادگار انہوں نے زمانۂ تدریس کا وافر حصہ یہاں مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ میں گزارا۔ فلسفہ و حکمت اور کلام و منطق کی اکثر کتابیں آپ کے زیرِ درس رہتیں۔ کبھی کبھار فرمایا کرتے کہ میرے پاس یہی منطق و حکمت کی کتابیں ہوتی ہیں۔ اگر فقہ و حدیث کی کوئی کتاب مجھے سونپی جائے تو اچھا ہوگا۔ چنانچہ آپ کی یہ آرزو پوری کردی گئی اور مشکوٰۃ شریف جلد ثانی آپ کے حوالے کردی گئی۔ چونکہ منطق و فلسفۂ قدیم میں آپ انتہا دی فکر و نظر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے مالک تھے۔ اس لئے اگر آپ ہزار کوشش کرتے کہ یہ کتابیں کوئی اور پڑھائے لیکن طلبہ پھر اصرار کرتے کہ یہ کتابیں انہی کے پاس رہیں۔

بندہ نے آپ سے صدرا، شرح ہدایۃ الحکمۃ، شمس بازغہ، شرح مواقف فن امور عامہ اور حمداللہ۔ شرح سلم العلوم یہ کتابیں پڑھیں۔ ہر فن پر کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں آپ کی رائے انتہائی صائب ہوتی چنانچہ فرمایا۔ کہ امور عامہ پر جو حاشیہ وحید الزمان کا ہے وہ بہ نسبت حاشیہ عبدالحق خیرآبادی کے طلبہ کے لئے انتہائی مفید ہے۔ پھر علامہ عبدالحق خیرآبادی کے علمی مقام کا تعین کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ مشہور آفاق علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے والد ماجد مولانا فضل حق خیرآبادی اور دادا مولانا فضل امام خیرآبادی کا علمی دنیا پر بہت بڑا احسان ہے۔ مولانا فضل حق خیرآبادی تمام علوم و فنون خصوصاً علم معقول میں مجتہدانہ بصیرت کے مالک تھے۔ جس پر آپ کی تصنیفات جن کی تعداد ایک درجن سے متجاوز ہے شاہد عدل ہیں۔ مولانا عبدالحق خیرآبادی کی تعلیم و تربیت اپنے والد کی زیر نگرانی گھر پر ہوئی اور انہوں نے ان کی علمی صلاحیتیں اجاگر کرنے میں ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے عظیم والد کے علمی مقام تک نہیں پہنچ سکے۔ اگرچہ فی نفسہ آپ کا مرتبہ ارفع و اعلیٰ ہے لیکن بہ نسبت والد کے آپ ان جیسی حیثیت کے مالک نہیں۔

صاحب شمس بازغہ ملا محمود جونپوری کے از حد مداح تھے۔ فرمایا کہ ملا محمود جونپوری ان نابغہ روزگار اور نادرۂ عصر افراد میں سے ہیں۔ جن پر برصغیر کو بجا طور پر ناز اور افتخار ہے۔ آپ نے تقریباً سولہ سترہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فراغت حاصل کی۔ پھر اس کے بعد آگرہ تشریف لائے اور ایک عظیم الشان حلقۂ درس پیدا کیا۔ تشنگان علم آپ کی علمی شہرت سن کر جوق در جوق ان کی مجلس درس میں شامل ہوتے۔ بادشاہ وقت شاہجہان کو جب آپ کے علم و فضل کا علم ہوا تو ان کی انتہائی تکریم کی اور ان کو دربار میں بلایا۔ کم سنی میں یہ علمی تفوق اور اس پر مستزاد بادشاہ وقت کی نظر کرم، حاسدین کو ایک آنکھ نہ بھائی۔ اور انہوں نے ان کے خلاف ریشہ دوانیوں کا بازار گرم کیا۔ کبھی کہتے کہ ان کو صرف فلسفۂ قدیم سے شغف ہے دیگر علوم نقلیہ میں ان کو درک نہیں اور کبھی کیا بہتان طرازی۔ پھر فرمایا کہ (راقم الحروف کو اس میں شک ہے) مولانا آزاد بلگرامی نے لکھا ہے:۔

کہ ہندوستان میں دو عدیم المثال فاروقی النسب گزرے ہیں۔ ایک مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور دوسرے ملا محمود جونپوری۔

شرح رسالہ شمسیہ المعروف بالقطبی کے متعلق فرمایا کہ اس کی مثال علم منطق کی درمختار اور شامی جیسی ہے۔ جیسا کہ علامہ شامی نے فقہ کے جزئیات لائے ہیں۔ اسی طرح قطبی بھی منطق کے جزئیات پر مشتمل ہے بسا اوقات اس کی طوالت خاطر پر گراں گزرتی ہے لیکن اگر سوچا جائے تو یہ تطویل بلا طائل نہیں بلکہ یہ شرح ہے اور شرح میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تفصیل ہوا کرتی ہے۔

شارح سلم العلوم ملا محمد حسن کے بارے میں فرمایا :۔ کہ یہ ذکی اور ذہین انسان ہے مگر بعض مقامات پر اپنی شرح میں قاضی محمد مبارک کی توجیہات پر انتہائی رکیک انداز اور درشت لہجہ میں تنقید کرتا ہے۔ مثلاً کئی مقامات پر لکھا ہے۔ ومن الافاحش۔ پھر فرمایا۔ کہ ملا حسن کی مثال قاضی مبارک اور حمد اللہ سندیلوی کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے دو قوی اور مضبوط پہلوان ایک دوسرے کے ساتھ نبرد آزما ہوں۔ اور درمیان میں ایک ضعیف اور ناتواں شخص گھس جائے۔

بندہ نے ایک بار آپ سے پوچھا کہ آج کل بعض لوگ منطق پر اعتراض کرتے ہیں کہ موجودہ ترقی یافتہ دور میں اس کی ضرورت نہیں۔ یہ سائنسی زمانہ ہے لوگ چاند کی تسخیر میں مبتلا ہیں اور ہم نے ابھی تک قضیہ کو حل نہ کیا کہ اس کے اجزاء تین ہیں چار ہیں یا پانچ۔ اس کی جگہ اگر جدید سائنسی علوم نصاب میں شامل کئے جائیں تو اس سے طلبہ کو خاطر خواہ فائدہ پہنچے گا۔ انہوں نے فرمایا کہ جدید سائنس کی افادیت اپنی جگہ مسلّم ہے۔ لیکن منطق سے بھی بے اعتنائی نہیں برت سکتے۔ اس لئے کہ علم منطق سے قوت استدلال اور دیگر علوم میں پختگی آ جاتی ہے۔ ہاں ان کے لئے واقعی بے وقعت ہے جو اس کے فہم سے قاصر ہیں۔ یہ تو اپنا نقصان ہے منطق کا نہیں۔ پھر کتنا ظلم عظیم ہے کہ اپنے قصور کو منطق کے سر تھوپ دیں اور اس پر فتویٰ لگا دیں کہ یہ غیر ضروری علم ہے۔ ع

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

پھر ارشاد ہوا کہ پہلے طلبہ اس میں انتہائی توغل اور انہماک سے کام لیتے تھے یعنی انہوں نے اس کو بجائے چراغِ راہ کے منزل سمجھا حالانکہ یہ ع

چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے۔

اصلی مقصود تو فقہ، تفسیر، حدیث، کلام اور عقائد ہیں۔ تو جو حضرات ان مقصودی علوم کو ثانوی حیثیت دیتے ہیں ہم ان کی مذمت کرتے ہیں کیونکہ یہ ایک آلی علم ہے اور آلہ مقصد نہیں ہوتا بلکہ حصول مقصد کے لئے واسطہ ہوتا ہے۔

لفظ افحام کے متعلق فرمایا کہ اس کا معنی ہے لاجواب کرنا۔ پھر اس پر علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ کا واقعہ سنایا۔ کہ مرزائیوں کے خلاف مشہور مقدمہ جو کہ مقدمہ بہاولپور کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں حضرت شاہ صاحب مسلمانوں کی طرف سے وکیل تھے۔ اس میں قادیانی وکیل جلال الدین شمس نے فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت المعروف بحر العلوم کی عبارت کا حوالہ اپنی روائتی تلبیس کے مطابق عبارت میں رد و بدل کر کے پیش کیا۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ عبارت غلط ہے۔ اور صحیح عبارت پڑھنے کے بعد فرمایا۔ جج صاحب یہ شخص ہمیں مفحم کرنا چاہتا ہے۔ اس پر تمام حاضرین جو اس موقع پر مقدمہ کی کارروائی دیکھنے کے لئے آئے تھے دم بخود رہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گئے۔ اور شاہ صاحب کی قوتِ حافظہ پر حاضرین اور خود جج صاحبان عش عش کراٹھے۔ پھر حضرت شاہ صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ شاہ صاحب اس زمین پر خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ آیۃ من آیات اللّٰہ میں نے ان کے ایک خطبہ جمعہ میں ڈابھیل میں شرکت کی تھی۔ کئی دفعہ ان کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ خطبہ مسنونہ کے بعد قرآن کریم کی ایک آیت تلاوت کی۔ پھر فرمایا۔ رازیؒ گزرا ہے۔ قرطبیؒ گزرا ہے۔ آلوسیؒ گزرا ہے۔ بہت سے مفسرین کے نام گنوائے۔ انہوں نے اس آیت کی یوں تفسیر فرمائی ہے۔ اور ابھی ابھی اس آیت کے بارے میں مجھ پر یوں منکشف ہوا۔

کبھی کبھار ہلکا پھلکا مزاح بھی کیا کرتے تھے چنانچہ جب کوئی طالب علم بے موقع سوال کرتا تو فرماتے۔ غٹہ سادہ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ فرمایا۔ کہ ایک رات میں خواب دیکھ رہا ہوں کہ ایک جانور بخاری شریف کے اوپر کھڑا ہے میں بہت گھبرایا۔ صبح جب مدرسہ کھلا۔ تو میں کتب خانہ گیا۔ وہاں پر بخاری شریف کے اوپر ایک رسالہ پڑا پایا چنانچہ میں نے کہا میرے خواب کی تعبیر بھی یہی ہے۔ فرمایا۔ کہ دو جیّد عالم گزرے ہیں ایک کا نام ملا پُردلؒ[1] قندہاری اور دوسرے کا نام ملا بہرام۔ یہ دونوں عبارت کی صحت وسقم کی طرف بہت کم توجہ دیتے تھے چنانچہ ان کے بارے میں طلبہ نے ایک لطیفہ گھڑا ہے کہ من لَسَّ یُبَسَّ فِی الصلوٰۃِ فلیس علیہ شیٔ عند مُلا پُردل وَ امّا عند ملّا بہرام فعلیہ سجدۃٌ واحدۃٌ لِلسَّھو۔

چغلخور نمّام اور متجسس شخص کے بارے میں آپ کا رویہ انتہائی سخت تھا۔ اس کے ساتھ بات تک کرنے کے روادار نہ تھے۔ چنانچہ فرمایا کہ جو شخص تجسس کرتا ہے۔ اسی خاطر کہ اس سے فساد پیدا ہو جاتے۔ دلوں میں غلط فہمیاں جنم لیں۔ اس پر رائحہ جنت حرام ہے یعنی وہ شخص جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا۔

حضرت الاستاذ مولانا محمد علی صاحب سواتی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم اساتذہ دارالعلوم حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کی بیٹھک میں ان کے پوتے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے فرزند ارجمند حافظ راشد الحق سلمہ کی پیدائش کے موقع پر مبارکباد دینے کے لئے جمع تھے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب کے گھر سے مٹھائی لائی گئی اور ہر ایک کے سامنے رکھی گئی۔ مولانا (محمد علی صاحب) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت الشیخ سے پوچھا۔ کہ یہ اباحت ہے یا تملیک۔ حضرت الشیخ نے متبسمانہ لہجے میں فرمایا۔ کہ تملیک۔ مولانا محمد علی صاحب انتہائی بے تکلف انسان تھے۔ انہوں نے فرمایا میں نے وہ مٹھائی اپنے رومال میں باندھی۔ راستے میں مولانا عبدالغنی

---

[1] ملا پردل قندہاری کا تذکرہ نزہۃ الخواطر ج ۸ صہ ۹۳ ملاحظہ ہو اسی طرح راقم سطور نے آپ پر ایک مختصر مضمون لکھا ہے جو کہ الحق ج ۸ شمارہ ۱۲ میں شائع ہو چکا ہے (حقانی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صاحب نے کہا کہ مسائل ہمیں بھی یاد ہیں لیکن موقعہ پر بھول جاتے ہیں۔

سیاسیات میں آپ جمعیت العلماء ہند اور کانگریس کے نظریات کے پرجوش حامی تھے۔ اس وجہ سے آپ کا شمار قوم پرست اور نیشلسٹ علماء میں ہوتا ہے۔ سیاسیات عالم پہ آپ کی نظر بہت غائر تھی اور حالات کا تجزیہ انتہائی صائب انداز میں کیا کرتے تھے۔ عموماً آپ کے خدشات اور پیش گوئیاں صحیح ثابت ہوتیں۔ سامراج دشمنی آپ کے بدن کا جزو لاینفک تھا۔ دنیا کے کسی خطہ میں بھی سامراج کے خلاف تحریک چلتی۔ فرنگی استعمار کے خلاف جو بھی نعرۂ مستانہ لگاتا آپ اس تحریک کی پرزور حمایت کرتے خواہ اس کا لیڈر جو بھی ہوتا۔ چنانچہ مشہور سامراج دشمن لیڈر لوممبا کا انتقال جب ہوا تو آپ کو انتہائی دکھ پہنچا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی۔ امام الہند مولانا ابو الکلام آزاد۔ خطیب امت سید عطار اللہ شاہ بخاری۔ امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی۔ مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ اور مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی جیسے سرآمد روزگار آپ کے ممدوح و محبوب رہنماؤں میں سے تھے۔ اسی طرح گاندھی جی کے سیاسی تدبر کے از حد مداح تھے۔

فرمایا کہ جن دنوں علامہ اقبال نے شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے خلاف یہ قطعہ لکھا (یہ واقعہ ۱۹۳۸ء کا ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر (ثانی) کہ

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ ‏ ‏ ‏ ‏ ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی ست
سرود برسرِ منبر کہ ملت از وطن است ‏ ‏ ‏ ‏ چہ بے خبر ز مقامِ محمدِ عربی ست
بہ مصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ‏ ‏ ‏ ‏ اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

تو ایک دن حضرت مدنی دارالعلوم دیوبند میں وضو سے فراغت کے بعد تشریف لا رہے تھے تو میں نے ان سے استفسار کیا کہ حضرت، علامہ اقبال نے آپ کے خلاف ایسے اشعار لکھے ہیں۔ انہوں نے نہایت ہی تحمل اور اطمینان سے جواب دیا کہ دیکھو ہمارا اصل ہدف اور نشانہ فرنگی سامراج سے استخلاص وطن ہے۔ جس نے سات سمندر پار سے آکر ہماری آزادی اور ہمارا تشخص چھین لیا ہے۔ ہم ان سے برسرپیکار ہیں تو اب اگر ہم ادھر ادھر باتوں کی طرف متوجہ ہو جائیں تو ہمارا شکار ہم سے جاتا رہے گا۔ مثلاً تم ایک شکار کے پیچھے دوڑ رہے ہو۔ پیچھے سے کسی نے آپ کی طرف پتھر پھینکا۔ تو اب اگر تم اس پتھر پھینکنے والے کے ساتھ الجھ گئے۔ تو تمہارا مقصد تم سے فوت ہو جائے گا ایک سیاستدان کے لئے کہ وہ اپنے کو ملکی حالات اور گرد و پیش میں رونما ہونے والے واقعات سے باخبر رکھے۔ اخبارات کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا اخبار بینی کے "مرض" میں شدت سے مبتلا تھے آپ کی اخبار بینی کا انداز بھی البیلا تھا۔ اخبار کے سامنے اس طرح بیٹھتے۔ جیسا کوئی اہم اور مغلق کتاب مطالعہ کر رہا ہو۔ انتہائی استغراق، انہماک، دل جمعی اور یکسوئی کے ساتھ۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ہم آپ کے سامنے قریب سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گذرتے آپ کو پتہ بھی نہ چلتا۔ بنظرِ غائر اس کا مطالعہ کرتے سرسری نگاہ اس پر نہ ڈالتے۔ چنانچہ اس پر ایک لطیفہ یاد آیا۔ ایک دفعہ آپ یہاں دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے (۱۳۹۰ھ میں آپ اپنے استاذ حضرت علامہ افغانی کے اصرار پر دارالعلوم حقانیہ سے اکبر دارالعلوم مردان کو چلے گئے تھے لیکن پھر بھی کبھی کبھار یہاں تشریف لاتے) تو فرمایا کہ یہ ارشاد احمد حقانی کون ہے۔ اس کے مضامین تجزیئے اور مقالات بہت مفید ہوتے ہیں۔ روزنامہ جنگ کا مستقل کالم نویس ہے مختلف النوع موضوعات پر آپ کا قلم یکساں رواں دواں ہے میرے ذہن میں تو یہ شخص نہیں آتا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اپنے ساتھ نسبت حقانیہ کی وجہ سے حقانی لکھتے ہیں تو آپ نے یہ سمجھا کہ ارشاد احمد حقانی حقانیہ کے فضلاء میں سے ہے۔

راقم الحروف کی آخری ملاقات ان کے ساتھ مردان میں ہوئی تھی۔ دارالعلوم حقانیہ کے ایک مخلص معاون کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے استاذ محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ گیا تھا۔ مولانا بھی وہاں تشریف لائے تھے اور ہمراں کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ بندہ کے ساتھ میرے قبلہ گاہ محترم حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ قدس سرہٗ کی وفات حسرت آیات پر تعزیت کی اور ساتھ معذرت بھی فرمائی کہ میں اپنی بیماری کے باعث ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکا۔ پھر فرمایا کہ آپ کے ساتھ تعزیت کے لئے دارالعلوم حقانیہ آؤں گا۔ چنانچہ حسب وعدہ آپ تشریف لائے مگر بدقسمتی سے میں اس دن موقعہ پر موجود نہ تھا۔ بعد میں پتہ چلا تو مجھے ازحد افسوس ہوا کسے خبر تھی کہ وہ شفیق استاذ ہم سے ہمیشہ کے لئے یوں رخصت ہو جائیں گے اور ہم ان کی حسین یادوں کو سینہ سے لگائے پھریں گے ؎

وہ نہیں تو اے قمرؔ ان کی نشانی ہی سہی
داغِ فرقت کو لگائے پھر رہے ہیں دل سے ہم

مؤتمر المصنفین اکوڑہ خٹک (پشاور)
قومی اسمبلی میں
اسلام کا معرکہ
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی پارلیمانی سرگرمیاں

© rasailojaraid.com